اسلامی بینکاری میں مزارعت کی بنیاد پر شراکت- فقہی وشرعی حیثیت

(The Investment in agriculture sector on partnership basis in Islamic Banking - A juristic analysis)

ڈاکٹر سلمان احمد خان*

Agriculture is the back bone of the economy of Pakistan. State bank of Pakistan has also circularized some important instructions and actuate Islamic Banks to enter into this field. Islamic Banks can finance in the field of agriculture through 'Salam' mode of financing in a good manner but when the real and ideal instrument of financing in Shari'ah is partnership, so, it should be preferred by Islamic Banks. Islamic Banks must recognize that they have to come out of the bulwark of the banks for partnership. It is very convenient for Islamic Banks to do this on the basis of muzara'ah in the agriculture field as it would be very easy for them to examine the crop and get their share in it after harvesting, while such partnership is not so easy in livestock, poultry and fish forms etc. State Bank of Pakistan should also review its policy according to which trading is not allowed for banks. Trading should be allowed for Islamic Banks at least at some specific level. This inappropriate condition is also a great hindrance for Islamic Banks and they cannot do vastly their financing on the basis of partnership. In agriculture there are three modes of financing: 'leasing', 'salama' and 'partnership', the best amongst these is partnership as it fulfills the goals of Shari'ah(مقاصد شریعہ) in a better way.

پاکستان میں معیشت کی ریڑھ کی ہڈی زراعت ہے اور سٹیٹ بینک آف پاکستان نے زراعت میں سرمایہ کاری کے حوالے سے کچھ اہم ہدایات بھی جاری کی ہیں اور اسلامی بینکوں کو اس شعبے میں داخل ہونے کی ترغیب دی ہے۔اسلامی بینک زراعت کے شعبے میں سلم کے ذریعے بھی بہت اچھے انداز سے کام کر سکتے ہیں جیسا کہ بعض مائکروفائنانس کے ادارے بھی یہ کام کامیابی سے کر رہے ہیں۔لیکن مزارعت میں کیونکہ اشتراک ہوتا ہے اس لئے اسلامی بینکوں کو اس میں شراکت کی بنیاد پر سرمایہ کاری کے حوالے سے کام کرنا ہوگا اور یہ بات ذہن سے نکالنا ہوگی کہ بینک کی چار دیواری سے نکلے بغیر ہی شرکت ومضاربت وجود میں آجائے۔کیونکہ ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔اسلامی بینکوں کے لئے مزارعت کی بنیاد پر کام کرنا اس لئے بھی زیادہ آسان ہے کیونکہ اس میں فصل سامنے موجود ہوتی ہے، اسلامی بینک اس کا بہت آسانی سے وقتاً فوقتاً معائنہ کر سکتے ہیں اور جب وہ فصل تیار ہوجائے تو اس میں سے اپنا حصہ بھی بہت آسانی سے وصول کر سکتے ہیں۔جب کہ ایسا اشتراک پولٹری، لائیو سٹاک، اور فش فارم وغیرہ میں

* **اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ اسلامی فکرو تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ و ٹیکنالوجی، لاہور۔**

اتنا آسان نہیں ہے۔البتہ سٹیٹ بینک آف پاکستان کو اپنی اس پالیسی کو فوری طور پر مناسب انداز سے تبدیل کرنا ہوگا کہ اسلامی بینک تجارت نہیں کر سکتے۔ اور انہیں کم از کم ایک مخصوص حد تک تجارت کی اجازت دینا ہوگی۔ یہ نامناسب شرط بھی اسلامی بینکوں کے شرکت ومضاربت کی بنیاد پر کام نہ کرنے کی ایک بڑی وجہ ہے۔

مزارعت کی تعریف

امام سرخسیؒ نے مزارعت کی درج ذیل تعریف فرمائی ہے:

العقد الذی یجری بین اثنین لھذا المقصود(۱)

ایسا عقد جو اس مقصد(طلب زرق) کے لئے دو افراد کے درمیان منعقد ہو

مالکیہ نے مزارعت کی درج ذیل تعریف کی ہے:

الشرکۃ فی الارض(۲)

زمین میں شرکت

یہ تعریف مزارعت کی حقیقت کو بہت اچھے انداز سے بیان کرتی ہے کیوں کہ مزارعت میں شرکت کے احکامات بکثرت موجود ہیں۔

مزارعت کی مشروعیت

امام ابو حنیفہؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک تو مزارعت جائز نہیں ہے بلکہ فاسد یا باطل ہے۔اسی طرح امام شافعیؒ کے نزدیک بھی مزارعت جائز نہیں ہے البتہ اگر مساقات کے تابع ہو تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔امام ابو حنیفہ، امام زفر اور امام شافعی کی مزارعت کی عدم مشروعیت پر دلیل آپ کی وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں آپ نے مخابرہ سے منع فرمایا تھا اور مخابرہ مزارعت کو ہی کہتے ہیں۔ اور مزارعت اس وجہ سے بھی ناجائز ہوگی کہ مزارع کی اجرت زمین سے حاصل ہونے والی فصل ہے اور وہ فصل عقد کے وقت موجود نہیں ہے یا پھر مجہول ہے، کیوں کہ بعض دفعہ کچھ بھی فصل حاصل نہیں ہوتی۔چنانچہ جہالت اور محل عقد کا نہ ہونا اس عقد کو فاسد کر دیں گے۔باقی آپ کا اہل خیبر کے ساتھ معاملہ کرنا وہ بطور خراج مقاسمہ(زمین کی فصل میں سے تناسب کے ساتھ مقدار وصول کرنا۔ اس کےمقابلے میں خراج وظیفہ ہوتا ہے) کے تھا یعنی زمین کی فصل کا ثلث یا ربع بطور احسان اور صلح کے لینا، جو جائز ہے۔

جبکہ صاحبین(امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ)، امام مالکؒ ، امام احمدؒ ، داؤد ظاہریؒ ، اور جمہور فقہاء کرام کے نزدیک مزارعت جائز ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اہل خیبر کو ان کی زمینوں پر

پھل یا فصل کے ایک مخصوص حصے کے عوض کام کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ اور جواز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ مال اور عمل کے درمیان ایک شرکت کا عقد ہے جو مضاربت کی طرح دفع حاجت کی وجہ سے جائز ہے۔اس لئے کہ بعض دفعہ صاحب مال اچھے انداز سے زراعت نہیں کر سکتا ہے لہٰذا ان دونوں کے تعاون سے فصل حاصل ہو سکتی ہے۔احناف کے ہاں لوگوں کی حاجت اور تعامل کی وجہ سے عمل اور فتویٰ بھی صاحبین کے قول پر ہے اور یہی زیادہ راجح ہے۔ اور احناف کے ہاں مزارعت ابتدا میں اجارہ اور انتہاء میں شرکت ہے لہٰذا اگر بیج عامل کی جانب سے فراہم کیاجائے تو معقود علیہ زمین کی منفعت ہے اور اگر بیج زمین والے کی جانب سے ہو تو معقود علیہ عامل کی منفعت ہے۔ اور اس کا رکن ایجاب و قبول ہے۔جب کہ حنابلہ کے ہاں اس میں ایجاب وقبول ضروری نہیں بلکہ جب کام شروع کر دیا تو یہی کافی ہوگا جیسے وکیل کی صورت میں ہوتا ہے۔ (۳)

بخاری کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مخابرہ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اگر تم میں سے کوئی بطور احسان اپنے بھائی کو زمین دے دے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا کوئی معلوم حصہ (ثلث ، ربع وغیرہ) وصول کرے،چنانچہ اس حدیث مبارکہ سے مخابرہ کا جواز ثابت ہوتا ہے اور اسی حدیث مبارکہ میں امام بخاریؒ نے مخابرہ کی یہ تعریف بیان فرمائی ہے کہ بیج عامل کی طرف سے فراہم کیا جائے اور پھر کچھ متعین مقدار پر عقد مخابرہ ہو۔(۴) اور اہل لغت کے حوالے سے مخابرہ کی یہی تعریف امام مسلمؒ نے بھی بیان فرمائی ہے(۵)ہو سکتا ہے یہ مزارعت کی چار صورتوں میں سے وہ چوتھی صورت ہو جسے صاحبین نے بھی ناجائز فرمایا ہے اور جس کا ذکر ذیل میں مزارعت کے احوال کے تحت آئے گا۔

مزارعت کی شرائط

صاحبین کے نزدیک مزارعت کے صحیح ہونے کے لئے کل آٹھ شرائط ہیں:

۱۔ عاقدین کا اہل ہونا۔
۲۔ مدت عقد کی تعیین، لیکن مفتیٰ بہ بات یہی ہے کہ یہ شرط نہیں ہے۔
۳۔ زمین کا زراعت کے قابل ہونا۔
۴۔ زمین اور عامل کے درمیان تخلیہ کر دینا۔
۵۔ شرکت کے معنی کو متحقق کرنے کے لئے پیداوار کا عاقدین کے درمیان مشاع طور پر مشترک ہونا۔
۶۔ بیج کی فراہمی جس کے ذمے ہو اس کو بیان کرنا تاکہ جھگڑا نہ ہو

اور معقود علیہ بھی معلوم ہوجائے کہ وہ زمین کے منافع ہیں یا عامل کے منافع۔

۷۔ عاقدین میں سے ہر ایک کے حصے کو بیان کر دینا۔

۸۔ بیج کی قسم بیان کردینا تاکہ اجرت معلوم ہو سکے، اس لئے کہ اجرت پیداوار کی جنس سے ہی ہے اس لئے اس کو بیان کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ پیداوار کس نوع کی ہوگی۔ اس لئے کہ بعض دفعہ ایسا بیج دے دیا جاتا ہے جس پر بہت زیادہ محنت کرنے کے بعد پیداوار حاصل ہوپاتی ہے۔ البتہ استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ زمین میں جو بویاجائے گا اس کا بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔(۶)

مزارعت کے احوال

صاحبین کے ہاں مزارعت کی چار صورتیں ہیں جن میں سے تین جائز اور چوتھی باطل ہے۔

۱۔ زمین اور بیج ایک کا ہو اور عمل اور بیل/ ٹریکٹر دوسرے کے ہوں تو مزارعت جائز ہے۔ اور یہ صورت یوں بنے گی گویا کہ زمین اور بیج کے مالک نے عامل کو اجارہ پر لیا جب کہ بیل/ ٹریکٹر اس کے تابع ہو کر آئے کیوں کہ وہ عمل کے آلات ہیں۔

۲۔ زمین ایک کی ہو اور باقی تینوں یعنی عمل، بیل /ٹریکٹر، اور بیج دوسرے کے ہوں۔ یہ صورت بھی جائز ہے اوریوں سمجھاجائے گا جیسے عامل نے کچھ پیداوار کے عوض زمین اجارہ پر لی ہے۔

۳۔ زمین، بیل /ٹریکٹر اور بیج ایک کا ہو جب کہ عمل دوسرے کا ہو۔ یہ صورت بھی جائز ہے اور ۔ اور یوں سمجھا جائے گا کہ زمین کے مالک نے عامل کو زمین کی بعض پیداوار کے عوض میں اجارہ پر رکھا ہے۔

۴۔ زمین اور بیل/ ٹریکٹر ایک کا جب کہ عمل اور بیج دوسرے کا ہو۔ظاہر روایت کے مطابق یہ صورت فاسد ہے۔اس لئے کہ اس عقد کو زمین کا اجارہ بنایا جائے تو اس میں زمین والے پر بیل/ ٹریکٹر کی فراہمی کی شرط لگانااجارہ کو فاسد کر دے گا کیونکہ حیوان وغیرہ کو زمین کے تابع کرنا ممکن نہیں ہے کیوں کہ دونوں کی منفعت مختلف ہے، یعنی حیوان کی منفعت زمین کی منفعت کی جنس سے نہیں ہے، کیوں کہ زمین کی منفعت تو اگانا ہے جب کہ حیوان کی مفنعت زمین کو چیرنا اور دوسرے کام کرنا ہے۔اور اگر اس عقد کو عامل کاا جارہ بنایا جائے تو عامل پر بیج کی شرط لگانا عقد کو فاسد کر دے گا،کیوں کہ بیج عمل کے تابع نہیں ہے۔اسی طرح اگر زمین والے پر آلات کی فراہمی،حیوان کی فراہمی یا عمل کی شرط لگائی تو بھی مزارعت فاسد ہو جائے گی۔ اور اس صورت میں بھی مزارعت فاسد ہوجائے گی جب

تمام پیداوار کسی ایک کے لئے ہونے کی شرط لگائی، یا کٹائی ، حفاظت، اور بار برداری کی شرط عامل پر لگائی کیونکہ ان چیزوں کا زراعت کی درستگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔(۷)

اگر اسلامی بینک مزارعت کے ذریعے شراکت کرتے ہیں تو وہ دراصل ایک مقصد شریعت کو پوراکر رہے ہوں گے۔ قرآن کریم بھی زراعت کا بار بار تذکرہ کرکے اس کی اہمیت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔چنانچہ مولانا مناظر احسن گیلانی رقم طراز ہیں

زراعت و باغبانی کے ساتھ قرآن کا خصوصی تعلق:علی الخصوص زراعت و باغبانی کے متعلق تو قرآنی اشارات کی نوعیت ضمنی مباحث سے یقیناً ذرا زیادہ نظر آتی ہے۔ حالانکہ قرآن نے اپنے خطاب کا آغاز جس قوم اور ملک سےشروع کیا ہے، خصوصاً قریش مکہ،ظاہر ہے کہ ان کا ماحول زراعت وغیرہ سے گویا بے تعلق تھا۔ لیکن باوجود اس کے بار بار مختلف پیرایوں میں قرآن ابر وباد، برق ورعد، لواقح(حاملہ یا مون سونی ہواؤں) بارش اور ان کے ساتھ کسانوں کے جذبات، خوف و طمع کا جو تعلق ہوتا ہے، مسلسل ذکر کرتا چلا جاتا ہے، لہلہاتی کھیتیوں، ہرے بھرے گھنے باغوں، ان کے مختلف موسمی حالات کا تذکرہ اس کتاب میں دہرا دہرا کر اس طرح کیا گیا ہے کہ بظاہر خیال گزرتا ہے کہ شاید اس کتاب کا خطاب زیادہ تر ان ہی لوگوں سے ہے جو کاشتکاری اور باغبانی کے پیشوں میں مشغول ہیں۔ لوگوں کا قرآن کے متعلق خواہ کچھ ہی خیال ہو لیکن میرا ذاتی رجحان تو یہی ہے کہ گویا اس راہ سے مسلمانوں میں انسانی معاش کے اس اہم باب سے گونہ زیادہ مناسبت پیدا کرانا شاید یہ بھی مقصود ہو۔(۸)

لیکن مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کو مزارعت کے حوالے سے کچھ تحفظات ہیں چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

عملی تجربہ بتاتا ہے کہ عموماً بٹا ئی کی اس شکل میں کاشت کار جی لگا کر زمین میں محنت نہیں کرتا وہ بیچارہ یہ خیال کرتا ہے کہ جوتنے، بونے، پانی دینے، گھاس اکھاڑنے، کاٹنے، دانہ نکالنے وغیرہ کا سارا کام تو میں کروں گا یا کوئی قیمتی غلہ اس میں لگاؤں گا تو اس کا بھی کیا حاصل ، اس لئے کہ میری محنت کا ایک بڑا حصہ زمیندار محض اس لئے لے جائے گا کہ اس کی زمین ہے...... تجربہ بتاتا ہے کہ بٹائی کی زمینوں پر ان ہی وجوہ سے کبھی کاشت کار پوری تن دہی سے محنت نہیں کرتے ۔ بلکہ ایک اور طریقہ یہ اختیار کرتے ہیں کہ بہت سی زمین مختلف زمینداروں سے لے کر کاشت کر لیتے ہیں۔ پوری توجہ کسی پر نہیں کرتے، سمجھتے ہیں کہ ہوا تو خیر ہمیں کچھ تو مل ہی جائے گا۔ اور نہ ہوا تو ہمارا کیابگڑے گا۔ خصوصاً جب ان فقہاء کی

رائے اختیار کی جائے جو تخم بھی زمیندار کے سر ڈالتے ہیں، کاشت کاری کا یہ بڑا اہم راز ہے جو براہ راست اس کا تجربہ نہیں رکھتے وہ اس کو شاید سمجھ ہی نہیں سکتے۔البتہ کاشت کاروں کے لئے بہترین اطمینان بخش شکل نقدی بندوبست کی ہے۔ یعنی فی بیگہ کوئی معین رقم طے کر کے ان کو زمین دیدی جائے۔ ایسے کھیتوں میں کاشت کار پورا زور لگا دیتا ہے کیونکہ رقم تو اس کو بہرحال دینی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ جتنازیادہ سے زیادہ نفع ہم زمین سے اٹھا سکتے ہوں اس میں کمی نہ کریں۔بجائے ایک فصل کے دودو تین تین فصل تک ایک ایک کھیت سے اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یہ مشاہدہ ہے کہ جس کھیت سے بٹائی کی صورت میں کاشت کار تین چار من غلہ بھی سالانہ پیدا نہیں کرتا تھا نقدی کی صورت میں اسی کھیت سے دودو تین تین سو روپے پیدا کرلیتا ہے۔ اچھی سے اچھی قیمت کی چیزوں کی کاشت کرتا ہے۔(۹)

اس کے علاوہ مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ نے مختلف احادیث مبارکہ کے حوالے سے بٹائی کے ثبوت کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت کیا ہے کہ آپ بٹائی کی مذکورہ بالا شکل کو برقرار نہیں رکھنا چاہتے تھے بلکہ آپ نے تین میں سے کسی ایک بات کو پسند فرمایا:

۱۔ اگر کسی کے پاس زمین ہو تو وہ خود کاشت کرے۔

۲۔ اگر خو د کاشت نہیں کرتا تو اپنے کسی بھائی کو مفت کاشت کے لئے فراہم کر دے۔

۳۔ اگر یہ بھی پسند نہ ہو تو سونے چاندی یعنی نقد کی صورت میں اس کا کرایہ لے۔(۱۰)

احادیث مبارکہ میں زمین بٹائی پر دینے کا بھی تذکرہ آیا ہے اور اگر آپ اس خاص صورت سے منع کرنا چاہتے تھے تو واضح طور پر بھی ارشاد فرما سکتے تھے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا ۔اس کے علاوہ ایسی احادیث بھی ہیں کہ جن میں آپ نے نقد پر زمین دینے کا ذکر بھی نہیں فرمایا،جن کا حوالہ ذیل میں آئے گا۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ فرماتے ہیں کہ اسلام کے معاشی نظام میں زمین داری(Landlordism) کے موجودہ ظالمانہ نظام کی گنجائش نہیں ہے کیوں کہ اسلام اس مباح زمینداری کو بھی ناپسند کرتا ہے جو انصار اور مہاجرین کے درمیان اجارہ اور مزارعۃ کی صورت میں رائج تھی۔(۱۱)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ تحریر فرماتے ہیں:

....زمانۂ نبوت سے زمانۂ خلافت راشدہ تک زمین کو نقد لگان یا بٹائی پر دینا اگرچہ معمول بہ رہا ہے تاہم یہ حقیقت ہے کہ نبی اکرم نے

بوضاحت اس کا اظہار فرمایا ہے کہ وہ زمینداری کے اس معمولی اور سادہ طریق کو بھی نا پسند فرماتے اور اخلاق مروت سے نازل سمجھتے ہیں یا ایسے حالات میں کہ اس سلسلہ میں باہمی مناقشات کی کثرت افراد امت کے درمیان بغض وعداوت اور جنگ وجدل کی صورت پیدا کردے۔امام کو اس کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں کہ وہ اس سسٹم کو مصلحتً ایک مدت کے لئے ممنوع قرار دیدے۔ پس اسلام کے اقتصادی نظام میں زیادہ سے زیادہ ایسی زمینداری کے جواز کی شکل تو پائی جاتی ہے جس میں ''زمیندار اور کاشت کار'' معاملۂ زمینداری میں دو شریک کار کی حیثیت سے شمار ہوں مگر دنیا کے دور قدیم اور دور جدید کا یہ جاگیردارانہ سسٹم جس میں زمین داری، تعلقہ داری، جاگیرداری اسٹیٹس اور ریاستوں کی شکل میں نظر آتی یا بڑے بڑے زمیندار ، کاشت کاروں کی جان ومال تک پر متصرف نظر آتے ہیں، اسلامی معاشی نظام سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتا اور اسلام کا اقتصادی قانون اس سسٹم کو قطعاً حرام اور ناجائز قرار دیتا ہے۔(۱۲)

ڈاکٹرنور محمد غفاری لکھتے ہیں کہ جب آپ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرما کر تشریف لائے تو اس وقت مدینہ منورہ کا اقتصادی نظام زمیندارانہ نظام (Feudilism)یا سرمایہ دارانہ نظام (Capitilism)سے ملتا جلتا تھا۔سرمایہ دار غریب کا اور زمیندار کسان کا استحصال کرتے تھے۔ کسانوں کی اکثریت غریب تھی جن کا معاشی استحصال زمیندار لگان کی وصولی اور دیگرشرائط کے ذریعے کیا کرتے تھے۔(۱۳)مدینہ منورہ میں زراعت لگان کے ذریعے ہوتی تھی اور اس کے تین طریقے تھے جن کے ذریعے غریب کاشت کار کا استحصال (Exploitation) کیا جاتا تھا۔وہ تین استحصالی طریقے یہ تھے:

ا) زمیندار زمین کے اس حصے کی پیداوار بطور لگان اپنے لئے مخصوص کر لیتا جو نہر یا نالی کے ساتھ ساتھ ہوتا اور باقی خشکی والے حصے کی پیداوار مجبور کسان کے حصے میں آتی۔

ب) دوسرا طریقہ یہ تھا کہ کسان زمیندار سے جو زمین (مثلاً قطعہ الف) کاشت کرنے کے لئے لیتااس کے عوض بطور لگان زمیندار کا دوسرا قطعہ زمین (مثلاً قطعہ ب) کاشت اور برداشت کر کے دیتا۔

د (مظلوم کاشت کار سے بعض اوقات یہ مطالبہ بطور لگان کیا جاتا کہ وہ زمین کاشت کرنے کے عوض میں کوئی دوسری قسم کی پیداوار مثلاً کھجور وغیرہ اپنے پاس سے لا کر دے۔

آپ نے جب مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو کسانوں کے استحصال کے مذکورہ تمام طریقوں کو ناجائز قرار دے کر زمین کو اجارہ (نقد لگان) پر دینے کا عادلانہ طریقہ رائج فرمایا۔(۱۴)

علامہ یوسف قرضاوی تحریرفرماتے ہیں کہ زمین کو نقد کی صورت میں کرائے پر دینے کو بہت سے مشہور فقہاء جائز کہتے ہیں لیکن دیگر فقہاء منع کرتے ہیں۔ کرایہ سے مستثنیٰ صورت مزارعت(بٹائی) کی ہے۔علامہ ابن حزم کرایہ پر دینے کو منسوخ کہتے ہیں البتہ بٹائی کو جائز کہتے ہیں۔اور جس کی نظر اس مسئلہ کے تشریعی پہلو پر ہو وہ علامہ ابن حزم کے اس بیان سے اتفاق کرے گا۔ چنانچہ یمن کے فقیہ اور جلیل القدر تابعی طاؤس سونے چاندی کے عوض زمین کو کرایہ پر دینا مکروہ خیال کرتے تھے لیکن بٹائی یعنی ایک تہائی یا چوتھائی پیداوار کی بنیاد پر دینے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ان کا استدلال حضرت معاذؓ کے عمل سے تھا جنہیں نبی اکرم نے یمن بھیجا تھا اور جو زمین ایک تہائی یا چوتھائی کی شرط پر بٹائی پر دیتے تھے۔گویا کہ طاؤس کے نزدیک ممانعت کی چیز یہ ہے کہ کرایہ سونے چاندی (نقد) کی شکل میں لیا جائے، رہا بٹائی کا معاملہ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔محمد بن سیرین اور قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ سے بھی یہی بات منقول ہے۔

اصول اور صحیح و صریح نصوص کو مد نظر رکھتے ہوئے قیاس کا یہ تقاضا ہے کہ خالی زمین کو نقد کرائے پر دینے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔

ا) کیونکہ آپ نے کھیت کے کسی متعین حصے کی پیداوار کے عوض زمین کرائے پر دینے سے تو ویسے ہی منع فرمایا ہے اور صرف بٹائی کی صورت کوجائز قرار دیا ہے جس میں تہائی ، چوتھائی ، نصف یا پھر ہماری تعبیر کے مطابق فی صد تناسب مقرر کرکے معاملہ کیا جائے تاکہ اگر پیداوار ہو تو دونوں شرکاء کا فائدہ ہو اور اگر کسی آفت کی وجہ سے نقصان ہوتو دونوں نقصان میں بھی شریک ہوں۔ جب کہ صرف ایک فریق کا حصہ متعین کر دینا تاکہ وہ قطعی طور پر فائدے میں رہے اور دوسرے فریق کو غیر یقینی صورت حال اور حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دینا کہ خون پسینہ بہا کر بھی اس کے ہاتھ کچھ نہ آئے، یہ جوئے اور سود کے کس قدر مشابہ معاملہ ہے۔لہٰذا جب ہم زمین کو نقدی کی صورت میں کرائے پر دینے کے معاملہ پر غور کرتے ہیں تو وہاں بھی یہی نظر آتا ہے کہ زمین کے مالک کو تو کرایہ کی صورت میں اپنا نقد حصہ یقینی طور پر ملتا رہتا ہے لیکن

مستأجر کو سخت محنت مشقت کے باوجود معلوم نہیں ہوتا کہ کچھ کمائے گا بھی یا گھاٹے میں رہے گا۔
ب)   جو شخص کرایہ پر کوئی چیز دیتا ہے اسے کرایہ کاا ستحقاق اس بنا پر حاصل ہوتا ہے کہ وہ اسے فائدہ اٹھانے کے قابل بنا کر مستاجر کے حوالے کرتا ہے اور اس چیز کے استعمال کی وجہ سے جو فرسودگی (Depreciation)پیدا ہوتی رہتی ہے اس کے معاوضہ کا وہ حق دار ہوتا ہے۔جب کہ زمین کو کرایہ پر دینے کے لئے ایسی کسی تیاری کی ضرورت نہیں ہوتی، زمین میں اگانے کی صلاحیت بندے نے نہیں بلکہ اللہ نے پیدا کی ہے او رزراعت کے کام میں لانے سے زمین میں فرسودگی بھی نہیں ہوتی، نہ اسے دوسرے آلات کی طرح زنگ لگتا ہے اور نہ عمارتوں کی طرح وہ بوسیدہ ہوتی ہے۔
ج)   انسان جب کوئی مکان کرایہ پر لے تو رہائش کے ذریعے اس سے براہ راست فائدہ اٹھا لیتا ہے اور درمیان میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔یہی معاملہ کسی بھی مشین کے ساتھ ہے۔ لیکن زمین سے براہ راست استفادہ یقینی نہیں ہوتا، کبھی فائدہ اٹھا لیتا ہے اور کبھی فائدہ نہیں اٹھا پاتا۔ اس لئے زمین کے کرایہ کو مکان اور مشینری وغیرہ کے کرائے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔
د) صحیح حدیث مبارکہ میں آپ نے پھلوں کو ان کے پختہ ہونے سے پہلے فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس کی یہ علت بیان فرمائی ہے کہ'' جب اللہ نے پھلوں سے محروم کر دیا تو تم اپنے بھائی کا مال کس طرح اپنے لئے جائز کر کے لے سکتے ہو؟''(۱۵)
ممکن ہے وہ کسی آفت کی وجہ سے پک نہ سکیں لہٰذا خالی زمین جس میں نہ بیج ڈالا ہو او ر نہ ہل چلا ہو اس کو کرایہ پر دینا بھی ممنوع ہونا چاہئے۔دراصل عدل وانصاف پر مبنی صحیح شکل مزارعت کی ہے جس میں دونوں فریق نفع و نقصان میں شریک ہوتے ہیں۔علامہ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کا بھی یہی مؤقف ہے۔نبی اکرم نے اہل خیبر کے ساتھ بھی نصف پیداوار کی شرط پر معاملہ کیا تھا اور عمر فاروقؓ کے دور میں ان کو جلا وطن کرنے تک اس پر عمل ہوتا رہا۔ اور وہاں پر زمین کی آباد کاری پر مال خرچ کرنا اور بیج اہل خیبر کے ذمہ تھا۔ اس لئے ان لوگوں کا قول درست معلو م ہوتا ہے جو بیج کے بارے میں دونوں صورتوں کو جائز کہتے ہیں ۔ایک صورت ہے کہ بیج کاشت کرنے والے کی طرف سے ہو اور دوسری صورت یہ کہ بیج کاشت کرنے والے اور مالک زمین دونوں کی طرف سے ہو۔ زراعت کے حوالے سے آنے والی کسی بھی روایت میں زمین لگانے والے کا حصہ نصف سے کم نہیں بتایا گیا، بلکہ بعض صورتوں میں اس سے بھی

زیادہ ہوتا ہے۔لہٰذا دل کے لئے تسلی بخش بات یہی ہے کہ زمین میں کاشت کرنے والے کا حصہ نصف سے کم نہیں ہونا چاہئے۔ آپ نے خیبر کے یہودیوں کے ساتھ اسی طرح معاملہ کیا تھا اور خلفائے راشدین نے بھی اسی طرح معاملہ کیا تھا۔زمین جیسی جامد چیز کا حصہ انسان کے حصے سے زیادہ قرار پانا دراصل بالکل غیر مناسب بات ہے۔(۱۶)

تجزیہ وترجیح

راقم کے نزدیک زراعت میں مثالی اور آئیڈیل شکل بٹائی کی ہے نہ کہ کرایہ پر دینے کی،اور یہی صورت مقاصد شریعت کو پورا کرتی ہے۔ اسی وجہ سے راقم نے اسلامی بینکوں کے لئے بھی بٹائی کی صورت ہی تجویز کی ہے ۔ لیکن علامہ یوسف قرضاوی کا یہ فرمانا کہ زمین کو کرائے پر دینے کی صورت ممنوع ہونی چاہئے محل نظر ہے۔ ذیل میں ان کے دئے گئے دلائل کے بالترتیب جوابات دئے گئے ہیں:

*اگر کرائے پر دینے کی صورت میں دونوں شریک نفع نقصان میں برابر طور پر شریک نہیں ہو رہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کرائے پر دینے کی صورت اس وجہ سے ناجائز ہوجائے گی ،کیونکہ نفع نقصان میں شراکت 'شرکت' کی خصوصیت ہے نہ کہ' اجارہ' کی۔

*عام طور پر ہوتا تو یہی ہے کہ جس چیز کو کرائے پر دیا جاتا ہے اس میں فرسودگی ضرور پیدا ہوتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر کسی چیز میں فرسودگی پیدا نہ ہو تو اسے کرائے پر نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ اجارہ کی جتنی بھی تعریفات کی گئی ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اجارہ ایسے عقد کو کہتے ہیں جو کسی معلوم چیز کی معلوم منفعت پر معلوم مدت کے لئے کیا جائے۔اور یہ منفعت حاصل کرنا ممکن بھی ہو ، بلکہ بعض تعریفات میں تو معلوم منفعت کی قید بھی ذکر نہیں کی گئی۔(۱۷)

اب اگر کسی شخص نے زمین کرائے پر دی تو وہ زمین بھی معلوم ہے، اس کی منفعت بھی معلوم اور اس کی مدت بھی معلوم ہے۔کرایہ دار اس زمین سے نہ صرف فصل اگانے کا نفع اٹھا سکتا ہے بلکہ وہاں پر جانور بھی باندھ سکتا ہے، کوئی تقریب بھی منعقد کر سکتا ہے اور اس کے علاوہ بہت سے کام کر سکتا ہے۔اگرچہ یہ ذیلی منافع ہیں اور عقد اِن پر نہیں ہوا لیکن بہرحال وہ یہ منافع حاصل ضرور کر سکتا ہے اور مالک زمین اپنی چیز اس کے حوالے کر چکا ہے اور یہ ایسی چیز ہے کہ جس سے اگر مالک زمین خود فائدہ اٹھانا چاہتا تو اٹھا سکتا تھا۔اجارہ کی تعریفات میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ اگر اجارہ کے طور پر دی جانے والی چیز میں فرسودگی پیدا نہ ہو تو اسے اجارہ پر نہیں

دیا جاسکتا ۔یہ علیحدہ بات ہے کہ زمین پر بھی کھیتی باڑی کی وجہ سے اثر پڑتا ہے اور اس کی صلاحیت بھی متاثر ہوتی ہے۔اسی وجہ سے اگر ایک سال فصل نہ لگائی جائے تو اگلے سال زیادہ بہتر فصل ہوتی ہے، اور یہی زمین کی فرسودگی ہے۔ اور زمین کی صلاحیت میں بہتری کے لئے اسے کچھ عرصہ کے لئے خالی چھوٹ دینے کو ہم زمین کی اصلاح (Maintenance) سے بھی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔یقیناًزمین کی فرسودگی مکان یا مشین کی فرسودگی کے مقابلے میں بہت کم ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ زمین کے کرائے کا تناسب بھی مکان یا مشین کی نسبت کافی کم ہوتا ہے۔اور پھر زمین ٹھیکے پر دینے پر لوگوں کا تعامل بھی پایا جاتا ہے جو جواز کی ایک بڑی وجہ ہے۔

*عام طور پر تو زمین سے پیداوار ہوتی ہے اور اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اس لئے اسے کرائے پر دینا درست ہونا چاہئے۔اور یہی وجہ ہے کہ اگر کسی کی زمین زیر آب ہے تو وہ اسے کرائے پر نہیں دے سکتا کیونکہ اس سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں ہے۔اور ہو سکتا ہے کہ کاشت کار اپنی نا اہلی کی وجہ سے زمین سے پیداوار حاصل نہ کر سکے ، ایسی صورت میں بعض لوگ صرف زمین کے کرائے تک محدود رہنا چاہتے ہیں اور اس میں شریک نہیں بنتے تاکہ دوسرے کی نااہلی کی وجہ سے یا اپنی سہولت اور مہارت میں کمی کی وجہ سے انہیں شرکت کا خطرہ برداشت نہ کرنا پڑے ، لہٰذ انہیں اس بات کا بھی اختیار ہونا چاہئے۔

*یہ بات یقیناًدرست ہے کہ کاشت کار کا حصہ بہت مناسب ہونا چاہئے ، خواہ وہ نصف ہو یا نصف سے زیادہ ہو،اور یہ نہ ہو کہ اکثر حصہ زمیندار لے جائے ۔ اور یہاں پر یہ قانون لاگو کیا جا سکتا ہے کہ محنت اور سرمائے کو ان کے تناسب کے مطابق نفع دیا جائے۔البتہ زمین کو جامد محض سمجھنا درست نہیں ہے،زمین معمولی اور بے قیمت نہیں ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو انسان کو حاصل ہونے والے جتنے بھی فوائد ہیں وہ زمین ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔آپ اپنے اردگرد موجود سینکڑوں اشیاء مثلاً سونا، چاندی، لوہا، لکڑی، مختلف دھاتوں، فصلوں، درختوں اور اسی طرح کی بہت سی اشیاء پر غور کریں اور پھر ان بنیادی اشیاء سے بننے والی ہزاروں اور لاکھوں ذیلی اشیاء پر غور کریں تو آپ کو ایک بھی ایسی چیز نظر نہیں آئے گی جس کا منبع اور اصل زمین نہ ہو۔اور جو فوائد انسان اشیاء کے علاوہ منفعت کی صورت میں زمین سے حاصل کرتا ہے وہ ان کے علاوہ ہیں۔

مزارعت کے بارے میں مختلف احادیث اور ان میں تطبیق

مزارعت کے حوالے سے احادیث مختلف ہیں بعض احادیث ایسی ہیں کہ جن سے مزارعت کامطلقاً عدم جواز ثابت ہوتا ہے، بعض سے مزارعت کا مطلقاً جواز ثابت ہوتا ہے اور بعض سے مشروط جواز ثابت ہوتا ہے۔چنانچہ ان میں تطبیق کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ان احادیث مبارکہ کو بھی ذکر کرنا ضروری ہے، وہ احادیث درج ذیل ہیں:

(عن رافع بن خدیج أن رسول اللہ ﷺ نهى عن كراء المزارع قال حنظلة فسألت رافع بن خديج بالذهب والورق فقال أما بالذهب والورق فلا بأس بہ)(۱۸)

رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ، حنظلۃ کہتے ہیں کہ میں نے رافع بن خدیج سے پوچھا کہ سونے اور چاندی کے بدلے (یعنی نقد لگان کی صورت میں) بھی منع ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

(عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من كانت لہ ارض فليزرعها أو ليمنحها أخاه فأن أبى فليمسک أرضہ)(۱۹)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو تو اسے چاہئے کہ خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو مفت کاشت کے لئے دیدے، اور اگر ایسا نہ کرنا چاہے تو اپنی زمین کو روک کر رکھے۔

(عن جابر رضی اللہ عنہ قال كانوا يزرعونها بالثلث والربع والنصف فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من كانت لہ ارض فليزرعها أو ليمنحها فأن لم يفعل فليمسک أرضہ)(۲۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ لوگ زمین کو تہائی اور چوتھائی اور نصف (پیداوار کی بنیاد) پر کاشت کیا کرتے تھے۔چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو تو اسے چاہئے کہ خود کاشت کرے یا کسی کو مفت کاشت کے لئے دیدے اور اگر ایسا نہ کرے تو اپنی زمین کو روک کر رکھے۔

(عن نافع أن ابن عمر كان يكرى مزارعہ على عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و فی أمارة أبی بكر وعمر وعثمان وصدار من خلافة معاوية حتى بلغہ فی آخر خلافة معاوية أن رافع بن خديج يحدث فيها بنهی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدخل عليہ وأنا معہ فسألہ فقال كان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ينهى عن كراء الارض فتركها ابن عمر بعد۔ وكان أذا سئل عنها بعد قال زعم رافع بن خديج أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نها عنها)(۲۱)

نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی زمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر ابو بکر، عمر، عثمان اور معاویہ رضی

اللہ عنہم کی خلافت کے ابتدائی دور تک (کاشت کاروں کو) لگان پر دیتے رہے۔پھر معاویہؓ کی خلافت کے آخری دور میں آپ کو یہ خبر پہنچی کہ رافع بن خدیج اس بارے میں آپ سے نہی نقل کرتے ہیں چنانچہ وہ رافع کے پاس گئے اور میں (نافع) بھی ان کے ساتھ تھا۔آپ نے اس بارے میں پوچھا تو رافع نے کہا کہ آپ زمین کرائے پر دینے سے منع فرماتے تھے، چنانچہ ابن عمرؓ نے اس کے بعد اس کام کو چھوڑ دیا۔اور بعد میں جب (ابن عمرؓ) سے اس بارے میں پوچھا جاتا تو وہ کہتے کہ رافع بن خدیج کا یہ خیال ہے کہ رسول اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ جب ابن عمر نے رافع بن خدیج کی حدیث سنی تو اس عمل کو اس خوف سے ترک کر دیا کہ شاید نبی اکرم نے آخر عمر مبار ک میں یہ فیصلہ دیا ہو۔ اور یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ عبد اللہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ آپ کے عہد مبارک میں زمین لگان پر دی جاتی تھی، پھر عبد اللہ ابن عمر کو اس بات کا بھی خوف ہوا کہ ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم نے اس بارے میں کچھ بتایا ہو جو مجھے نہیں معلوم ہو سکا، اس وجہ سے انہوں نے زمین لگان پر دینا چھوڑ دی۔(۲۲)

(عن حنظلۃ بن قیس الانصاری قال سألت رافع بن خدیج عن کراء الارض بالذھب والورق فقال لا بأس بہ أنما کان الناس یؤاجروں علی عھد النبی علی الماذیانات وأقبال الجداول وأشیاء من الزرع فیھلک ھذا ویسلم ھذا ویسلم ھذا ویھلک ھذا فلم یکن الناس کراء ألا ھذا فلذالک زجر عنہ فأما شئی معلوم مضمون فلا بأس بہ)(۲۳)

حنظلہ بن قیس انصاری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رافع بن خدیج سے زمین کو چاندی اور سونے کے بدلے میں دینے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، دراصل لوگ نبی کے عہد مبارک میں چھوٹی اور بڑی نہروں اور مخصوص کھیتی کے عوض زمین بٹائی پر دیتے تھے چنانچہ کبھی فصل کا ایک حصہ ہلاک ہو جاتا اور دوسرا سالم رہتا اور کبھی پہلا حصہ سالم رہتا اور دوسرا ہلاک ہو جاتاتو لوگ اس طرح سے زمین دیا کرتے تھے اسی وجہ سے آپ نے اس سے منع فرمایا، اگر معلوم اور مضمون شے کے عوض دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ان تمام روایات اور ان جیسی دوسری روایات سے درج ذیل نتائج سامنے آئے:

۱۔ زمین کو بٹائی پر دینے کی ممانعت کی وجہ اس معاملے میں کثرت سے جھگڑوں کا پیش آنا تھا اس لئے نبی اکرم نے ایک خاص وقت

تک کے لئے ممانعت فرما دی، اس کو حرام نہیں فرمایا۔
۲۔ کھیت کا ایک مخصوص حصہ متعین کر لیا جائے تو اس میں غرر اور جہالت بھی پائی جا رہی ہے اور کاشت کار کو سخت نقصان کا خطرہ بھی ہے اس وجہ سے اس سے منع کیا گیا۔چنانچہ اگر ان مفاسد میں سے کوئی مفسدہ نہ پایا جائے تو زمین بٹائی پر دینا جائز ہوگا۔ جیسا کہ اس کا جواز رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے، حالاں کہ انہوں نے عدم جواز کی روایت بھی کی ہے۔
۳۔ ابن عمرؓ کا زمین بٹائی پر دینے سے بعد میں رک جانا احتیاط کی بنا پر تھااور ویسے بھی ابن عمرؓ کی اتباع سنت ضرب المثل ہے اور احادیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ وہ اس حوالے سے متردد تھے اس لئے انہوں نے''رافع کا یہ خیال ہے'' الفاظ استعمال فرمائے اور ان کے حوالے سے حدیث میں یہ الفاظ بھی نقل کئے گئے ہیں:''مگر جب انہوں نے رافع سے یہ حدیث سنی تو اس عمل کو اس خوف سے ترک کر دیا کہ شاید نبی اکرم نے آخر عمر مبارک میں یہ فیصلہ دیا ہو'' یہاں پر بھی 'شاید' کا لفظ اسی تردد کی طرف اشارہ کر رہا ہےہو سکتا ہے انہیں حدیث مبارکہ کی تشریح کے حوالے سے تردد ہوکہ دراصل آپ کا منشاء مبارک کیا تھا ۔
۴۔ آ پ نے جن روایات میں زمین مفت میں دینے کا حکم دیا ہے وہ اخوت اور مساوات کو مدنظر رکھتے ہوئے دیا ہے اور یہاں پر ترغیبی پہلو مراد ہے اور وہ اس پس منظرمیں کہ جس شخص کے پاس اپنی ضرورت سے زائد زمین ہے تو وہ اپنے کسی بھائی کو مفت کاشت کے لئے دیدے تاکہ اس کے بھائی کی بھی ضرورت پوری ہو سکے اور اس سے رقم کے عوض زمین بٹائی پر دینے کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا۔ابن عباسؓ کی ایک روایت بھی اسی معنی پر دلالت کرتی ہے۔
مقصد شریعت کسی خاص چیز پر عمل سے روکنانہیں ہوتا بلکہ اس میں پائی جانے والی خرابی کو دور کرنا ہوتا ہے لہٰذا اگر کسی نظام سے وہ برائی ختم کر دی جائے تو وہ نظام ٹھیک ہوجاتا ہے۔یہاں پر بھی مقصد کاشت کار کے استحصا ل کو روکنا ہے ورنہ بذات خود بٹائی پر زمین دینے میں کوئی حرج نظر نہیں آتا جب کہ صحابۂ کرام کا اس پر عمل بھی رہا ہے۔اور پھر اگر کاشت کار کا کوئی استحصال کرنا چاہے تو وہ نقد کی صورت میں بھی کر سکتا ہے لہٰذا بنیادی چیز اس استحصال سے بچنا ہے نہ کہ کسی خاص صورت مثلاً بٹائی وغیرہ سے کہ جس میں انصاف کی پوری پوری گنجائش موجود ہے۔اور پھر احادیث میں جو صورتیں ذکر کی گئی ہیں وہ تمام اس صورت سے تعلق رکھتی ہیں کہ زمیندار اپنی زمین کاشت کار کو کاشت کے لئے دے جب

کہ اسلامی بینکاری میں اسلامی بینک کی اپنی زمین نہیں ہوگی بلکہ عام طور پر کاشت کارکی ہوگی یا پھر ٹھیکے پر حاصل کی جائے گی جو بینک اور کاشت کار مل کر بھی لے سکتے ہیں،چنانچہ جاگیردارانہ سسٹم کا اعتراض مجوزہ صورت میں لازم نہیں آئے گاکیونکہ اسلامی بینک کے لئے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے ایک تو اس وجہ سے کہ اس کی زمین ہی نہیں ہے اور دوسرا اس وجہ سے کہ اگر اس کی زمین ہوتی تو اس میں کھاتہ داروں کا حصہ بھی ہوتا ، اور موجودہ صورت حال میں جب اس کے پاس زمین نہیں ہے تب بھی وہ جو کچھ بھی کاشت کار کو فراہم کرے گا اس میں بینک کے کھاتہ داروں کا حصہ ہوگا چنانچہ بینک کے لئے مفت یہ چیزیں فراہم کرنا ممکن نہیں ہے اگر بینک ایسا کرتا ہے تو کھاتہ داروں کا استحصال ہوگا جن میں سے بہت سے لوگ وہ ہیں جن کی آمدن ہی بینک سے حاصل ہونے والے نفع پر ہے اور وہ نفع ایسا ہے کہ جس کے خاص طور پر پاکستان میں،کم ہونے پر کافی کچھ اعتراضات کئے جا رہے ہیں جن میں سے بہت سے صحیح بھی ہیں۔لہٰذا راقم کی بات کا خلاصہ یہ ہوا کہ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے جس طریقۂ کار کا ذکر کیا ہے اس میں اور بینکوں کے لئے تجویز کردہ طریقۂ کار میں کچھ فرق موجود ہیں مثلاً:

۱۔ اگر اسلامی بینک مزارعت کی طرز پر کام کرتے ہیں تو اس میں عام طور پر زمین کاشت کار کی ہوگی نہ کہ بینک کی۔البتہ یہاں ایک بات قابل توجہ ہے کہ مزارعت کی شرائط میں سے ہے کہ مزارعت میں ایک ہی فرد محنت اور زمین دونوں اکٹھے فراہم نہیں کر سکتا کیونکہ ان دونوں کی مستقل حیثیت ہے چنانچہ اگر کسان اپنی خدمات محنت کی صورت میں بینک کو فراہم کرتا ہے تو زمین کیونکہ محنت کے تابع نہیں ہے اس لئے وہ کسان زمین فراہم نہیں کر سکتا ، اور اگر کسان زمین فراہم کرے تو محنت کی کیونکہ مستقل حیثیت ہے اس لئے زمین کے ساتھ محنت فراہم نہیں کی جا سکتی۔یہ اس مسئلے کی فقہی توجیہ ہے جس کی وجہ سے کسان کے لئے دونوں چیزیں فراہم کرنا ممکن نہیں ہےلیکن جتنا بڑا میدان اس وقت خاص طور پر پاکستان میں موجود ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس مسئلے پر غور و فکر کرنے کے بعد اس بات کی فقہاء کرام اجازت دے دیں کہ کسان دونوں چیزیں یعنی زمین اور محنت بینک کو فراہم کردے کیونکہ اکثر کسانوں کے پاس کچھ نہ کچھ اپنی زمین موجود ہوتی ہے۔البتہ جس کسان کے پاس زمین موجود نہ ہو اسے بینک زمین ٹھیکے پر لے کر دے سکتا ہے۔

۲۔ یہاں پر ترتیب شدہ وزن کا طریقۂ کار اختیار کیا جا سکتا ہے جس کی وجہ سے کاشت کار نے جتنی بھی محنت کی ہوگی اس کی محنت

کے تناسب سے اسے نفع ملے گااور صرف اور صرف سرمائے کی فراہمی کو ہی اہمیت نہیں دی جائے گی بلکہ محنت کو بھی اس کا پورا پورا حق دیا جائے گااور ظالمانہ انداز میں نہیں بلکہ عادلانہ انداز سے نفع کی تقسیم عمل میں لائی جائے گی جیسا کہ اسلام ہم سے تقاضا کرتا ہے۔

۳۔ محنت پر آمادہ کرنے کے لئے اسلامی بینک بونس کا اعلان بھی کر سکتا ہے جو کاشت کار کو اسی صورت میں ملے گا جب وہ کوئی مطلوبہ ہدف پورا کرے گا، لیکن اس بونس کا تعلق پہلے سے طے شدہ نفع کی تقسیم کے تناسب کے کم یا زیادہ ہونے پر نہیں پڑے گا۔ یہ بونس کاشت کار کو مزید محنت پر آمادہ کرے گا جب کہ کاشت کار کو یہ خطرہ بھی ہوگا کہ اگر میں نے اس دفعہ محنت نہ کی تو بینک شاید مجھ سے آئندہ شرکت کا معاملہ نہ کرے۔

۴۔ کاشت کار کی محنت سے جہاں پر بینک کو زیادہ فصل ملے گی وہیں پر کاشت کار کے حصے میں بھی اضافہ ہوگا لہٰذا اپنے حصے میں اضافے کا جذبہ کاشت کار کو محنت کا شوق دلائے گا۔

۵۔ اسلامی بینک سے اگر کاشت کار نقد یا ادھار کوئی چیز لیناچاہے اور پورا معاملہ شرکت کی بنیاد پر نہ کرے تو یہ بھی ممکن ہے اور اس کے لئے اسلامی بینک کو مال خانے (Warehouses) کھولنے چاہئیں تاکہ کاشت کار کو جو چیز بھی چاہئے وہ یہاں سے مرابحہ یا مساومہ کی بنیاد پر فراہم کی جا سکے۔اور اس کے لئے حکومت کو اسلامی بینکوں کو تجارت کی اجازت سے گریز کی پالیسی پر نظرثانی کرنا ہوگی اور انہیں ایک مخصوص حد تک لازمی طور پر تجارت کی اجازت دینا ہوگی۔اگرچہ مرابحہ کی بنیاد پر اسلامی بینک اگر کاشت کار کو اشیاء فراہم کرتا ہے تو اس پر پابندی نہیں لیکن اسلامی بینک اس وئیر ہاؤس کے تحت اور بھی بہت سے کام کر سکتا ہے۔

۶۔ اسلامی بینک کاشت کار کو ادویات اور بیج بھی فراہم کر سکتا ہے اور زمین بھی ٹھیکے پر لے کر فراہم کر سکتا ہے۔اسلامی بینک کاشت کاروں کی سابقہ کارکردگی ، گذشتہ ہونے والی فصلوں کا حجم اور کسی تیسرے فریق کو ضامن بنا کر شراکت کر سکتا ہے۔

۷۔ بعض فصلیں ایسی ہیں کہ جن کی قیمت عالمی مارکیٹ سے جڑی ہوتی ہے مثلاً کپاس۔چنانچہ کئی دفعہ کپاس کی قیمت بہت زیادہ ہوجاتی ہے اور اس صورت میں کسان کی طرف سے نادہندگی(Default) کا شدید خطرہ پیدا ہوجاتا ہے۔لہذا ایسی صورت حال سے بچنے کے لئے بینک مزارعت کے عقد سے علیحدہ طور پر کسان سے یہ وعدہ بھی کر سکتا ہے کہ ہم تمہیں اپنا ایجنٹ اور وکیل بنا کر مارکیٹ میں اپنے

حصے کی فصل بکوائیں گے اور اگر فلاں حد سے زیادہ پر فصل بکی تو اس حد سے زیادہ جتنا بھی نفع ہوا وہ تمہاری ایجنسی فیس کی صورت میں تمہیں دے دیا جائے گا۔ مثلاً اگر بینک یہ سمجھتا ہے کہ مارکیٹ میں کپاس تین ہزار روپے من کی قیمت پر بک جانے کی صورت میں ہمارا مطلوبہ نفع حاصل ہو جائے گا تو اس صورت میں اگر فصل چار ہزار روپے من بکتی ہے تو ایک ہزار روپے کسان کو ایجنسی فیس کے طور پر دے دئے جائیں گے۔

حوالہ جات و حواشی

(۱) السرخسی، محمد بن ابی سھل، المبسوط، کتاب المزارعۃ، ۲،۲۳، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۴۰۶ھ

(۲) الزحیلی، وھبۃ،الفقہ الاسلامی و ادلتہ، الفصل الخامس عقود استثمار الارض، ۶۱۳،۵،دارالفکر،شام، ۱۹۸۵ء

(۳) الفقہ الاسلامی و ادلتہ، الفصل الخامس عقود استثمار الارض، ۶۱۴-۶۱۵،۵؛ ابن قدامہ،عبد اللہ بن احمد، المقدسی، عمدۃ الفقہ، مکتبۃ الطرفین، الطائف، س-ن؛ ابن نجیم، البحرالرائق، کتاب المزارعۃ، ۱۸۱،۸،دار المعرفۃ، بیروت، س-ن

(۴) البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المزارعۃ (۲۲۰۵)،۸۲۱،۲،دار ابن کثیر، بیروت، ۱۹۸۷ء

(۵) مسلم بن حجاج، صحیح مسلم،باب النھی عن المحاقلۃ والمزابنۃ وعن المخابرۃ ---(۱۵۳۶)، ۱۱۷۲،۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س-ن

(۶) الفقہ الاسلامی و ادلتہ، الفصل الخامس عقود استثمار الارض، ۶۱۸-۶۱۹،۵؛ البحرالرائق، کتاب المزارعۃ، ۱۸۱-۱۸۲،۸

(۷) الفقہ الاسلامی و ادلتہ، الفصل الخامس عقود استثمار الارض، ۶۲۱-۶۲۲،۵؛ ھاشمی، اکبر شاہ، مولانا،المتاع الضروری، ص:۱۷۰، اسلامی کتب خانہ، کراچی، ۲۰۰۳ء

(۸) مناظر احسن، گیلانی، مولانا، اسلامی معاشیات، ص:۶ ،دارالاشاعت، کراچی، س-ن

(۹) ایضاً ، ص:۳۷۳

(۱۰) ایضاً،ص ص:۳۷۵-۳۷۳

(۱۱) سیوہاروی، حفظ الرحمٰن، مولانا، اسلام کا اقصادی نظام،ص:۲۳۰، ادارہ اسلامیات، کراچی -لاھور، ۱۹۸۴ء

(۱۲) ایضاً،ص ص:۳۶-۲۳۵

(۱۳) غفاری، نور محمد، ڈاکٹر، نبی کریم کی معاشی زندگی(صدارتی ایوارڈ یافتہ)، ص:۱۳۸، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاھور، ۱۹۹۹ء

(۱۴) ایضاً، ملخص ص ص:۴۶-۴۵ (بحوالہ صحیح بخاری، کتاب المزارعۃ)

(۱۵) البخاری، کتاب البیوع ، باب اذا باع الثمارقبل أن یبدو صلاحھا (۲۰۸۶)،۷۶۶،۲

(۱۶) القرضاوی، یوسف،الدکتور،الحلال والحرام فی الاسلام،الباب الرابع،أجارة الارض بالنقود، ملخص ص ص:۲۷۸۔۲۷۲، المکتب الاسلامی،بیروت، ۱۹۸۰ء
(۱۷) الجزیری،عبد الرحمٰن،کتاب الفقہ علیٰ المذاهب الاربعہ،۹۸/۳۔۹۴،دارالفکر، بیروت، س۔ن؛ المبسوط، کتاب الاجارات،۷۴،۱؛ المغربی، محمد بن عبد الرحمٰن، ابو عبد اللہ،مواهب الجلیل،باب فی بیان احکام المساقاۃ،۳۸۹،۵، دارالفکر،بیروت،۱۳۹۸ھ؛البغوی، حسین بن مسعود، التهذیب فی فقہ الامام الشافعی،کتاب الاجارۃ،۴۲۰،۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۷ء؛ محمد الشربینی، الخطیب، الأقناع،کتاب البیع،باب الأجارۃ،۴۸۷،۲،دار الفکر، بیروت،۱۴۱۵ھ
(۱۸) مالک بن أنس، أبو عبد اللہ،مؤطا مالک،بروایۃ یحی اللیثی، باب ما جاء فی کراء الارض(۱۳۹۰)،۷۱۱،۲دار احیاء التراث العربی، مصر،س۔ن
(۱۹) البخاری، کتاب المزارعۃ (۲۲۱۶)،۸۲۵،۲
(۲۰) ایضاً، (۲۲۱۵)
(۲۱) صحیح مسلم، باب کراء الارض(۱۰۹)، ۱۱۷۹،۳
(۲۲) ایضاً ، (۱۱۲)
(۲۳) ایضاً، (۱۱۶)، ۱۱۸۱،۳

****